حقائق عن إبليس والشياطين

ابلیس وشیاطین

سے متعلق چند حقائق

اعداد

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔اٹوابازار۔سدھارتھ نگر۔یوپی۔انڈیا

داعی احساءاسلامک سینٹر۔سعودی عرب

موبائیل: (00966) 0509067342

فہرست مضامین

مقدمہ

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد:

ابلیس وشیاطین کا تعلق غیب کی دنیا سے ہے، یہ ایک نظر نہ آنے والی مخلوق ہے۔ایک مسلمان کے ایمان بالغیب کا تقاضا یہ ہے کہ اس مخلوق کے بارے میں جو کچھ قرآن وحدیث میں ثابت ہے اس پر بلا کسی کمی بیشی کے ایمان لائے۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس تعلق سے ہر غیر ثابت شدہ امر سے احتراز کرے خواہ وہ اسرائیلی روایات یا ضعیف وموضوع احادیث کی شکل میں ہوں یا فلسفیانہ دماغی ورزشوں، تجربات، خواب وخیالات اور قصے وحکایات کی شکل میں۔

زیر نظر کتاب قرآن مجید اور صحیح احادیث کی روشنی میں اس غیبی مخلوق ابلیس وشیاطین سے متعلق بہت سے سوالات کا تشفی بخش جواب دیتی ہے۔ یہ کتاب ابلیس، جنات اور شیطان کا تعارف کروانے کے ساتھ ساتھ ان کے فرق کو واضح کرتی ہے۔ ابلیس کی تاریخ پیدائش اور اس کے مادۂ تخلیق سے بحث کرتی ہے۔ یہ کتاب ان سوالات کا بھی جواب دیتی ہے کہ کیا ابلیس کبھی فرشتہ تھا؟ وہ کونسا سجدہ تھا جس کا ابلیس نے انکار کیا؟ کیا آدم علیہ السلام خود مسجود تھے یا وہ فقط قبلہ تھے اور درحقیقت مسجود اللہ تھا؟ کیا کچھ فرشتے ایسے بھی تھے جو سجدہ کے حکم

سے مستثنیٰ تھے ؟ سجدہ سے ابلیس نے انکار کیوں کیا؟ کیااس کا پیش کیاہوا عذر قابل قبول تھا؟ کیا واقعی آگ مٹی سے بہتر ہے یا حقیقت اس کے برعکس ہے؟ ابلیس کی عقل نے کیوں ٹھوکر کھائی ؟ابلیس اللہ کے سامنے کھڑا تھا، اللہ سے گفتگو کررہا تھا، پھر کافر کیسے ہوگیا؟ ابلیس کے کفر کی نوعیت کیا ہے؟ ابلیس کو اپنی سرکشی کی کیا سزا ملی ؟ کیا سزا سے پہلے اسے اپنی بات کہنے کا موقعہ دیا گیا؟ کیااس موقعہ کا شیطان نے فائدہ اٹھایا؟ وہ کونسا مطالبہ تھاجو شیطان نے اس موقعہ پر کیا؟ اور کیااس کا مطالبہ تسلیم کرلیا گیا؟ ابلیس کو قیامت تک کے لئے طویل عمر کیسے حاصل ہوگئی ؟ اس عمر طویل کا مقصد اور مصرف کیا ہے؟ انسانوں سے متعلق ابلیس کے ارادے کیاہیں ؟ان ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس کا طریقۂ کار کیاہے ؟اس کا تخت شاہی کہاں ہے ؟اس کی تعلیمات کیاہیں؟ مرنے کے بعد ابلیس کا کیاانجام ہوگا ؟ابلیس کو آگ کا عذاب کیسے دیا جائے گا جبکہ وہ خود آگ سے بنا ہے ؟ابلیس کے وجود کی حکمت کیا ہے ؟ قرآن مجید میں قصۂ ابلیس کیوں بار بار دہرایا گیا ہے ؟ ہم ابلیس اور اس کی اولاد کے شر سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ یہ وہ اہم اور متعدد سوالات ہیں جن کا درست جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ رب کریم اپنے فضل عمیم سے اس کتاب کو

اپنے بندوں کے لئے مفید بنائے، ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے، ابلیس وشیاطین کے ناپاک حملوں سے ہماری حفاظت فرمائے، نیزاس کتاب کے مؤلف وناشر اور منظر عام تک لانے میں معاون تمام افراد کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

دعاگو

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔اٹوابازار۔سدھارتھ نگر۔یوپی۔انڈیا

داعیہ دفترتعاون برائے دعوت وارشادوتوعیۃالجالیات،احساء

ص ب ۲۰۲۲ ہفوف۔الاحساء ۳۱۹۸۲ مملکت سعودی عرب

ابلیس، جنّات اور شیطان کا تعارف

ا۔ ابلیس:

ابلیس وہ شخص ہے جسے ہم جنّات کا باوا آدم کہہ سکتے ہیں، اسے اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کی عزت افزائی کے لئے ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ابلیس نے تکبر کر کے آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اللہ نے اس پر لعنت کی، اسے دھتکار دیا اور ایک متعین مدت تک کے لئے اسے مہلت عطا فرمائی۔

لغوی اعتبار سے ابلیس کے معنی مایوس اور نا امید کے ہوتے ہیں۔ چونکہ ابلیس اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکا ہے اور مردود قرار دے کر اللہ کی جناب سے دھتکارا جا چکا ہے اسی لئے اس کا نام ابلیس پڑا۔

اسی معنی کو دیکھتے ہوئے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ پہلے اس کا نام ابلیس نہیں تھا مردود ہونے کے بعد ابلیس نام پڑا۔ لیکن ایسا ضروری نہیں، ممکن ہے مستقبل کی رعایت سے شروع سے ہی یہ نام رکھ دیا گیا ہو۔

بعض روایات وآثار میں ابلیس کے کچھ دیگر نام آئے ہیں لیکن وہ آثار ثابت نہیں ہیں۔ حارث، عزازیل، اور نائل وغیرہ نام آئے ہیں۔ عزازیل تو کافی مشہور ہے، فارسی کا ایک شعر ہے۔

تکبر عزازیل راخوار کرد

بزندان لعنت گرفتار کرد

حقیقت یہ ہے کہ ابلیس کا کوئی دوسرا نام یا دوسری کنیت کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

۲۔جنّات :

ابلیس اوراس کی اولاد کا نام جنّ یا جنّات ہے۔ان کا ایک مستقل عالم ہے، انھیں جن اس لئے کہا جاتاہے کیونکہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔انھیں اللہ تعالی نے آگ سے پیدا کیاہے۔وہ انسان کو ایسی حالت میں دیکھتے ہیں جس میں انسان ان کو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ شریعت کی پابندی میں انسان کے ساتھ شریک ہیں۔البتہ ان کی شریعت ان کے مطابق اوران کے حسب حالت ہے۔

۳۔ شیطان:

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ شیطان عربی زبان میں شطن سے مشتق ہے جس کے معنی بعید ہونے کے ہیں۔کیونکہ شیطان کی طبیعت انسانوں کی طبیعت سے بہت بعید ہے، نیز اپنے فسق کی بناپر وہ ہر خیر و بھلائی سے بعید ہے، اسی لئے اس کا نام شیطان ہوا۔انسان وجنات بلکہ حیوانات اور جانوروں میں سے ہر شریر و سرکش کے لئے بھی شیطان کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ابلیس کو بھی شیطان اسی لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ حق سے بہت بعید اور سرکش ہے۔

اللہ تعالی نے سورہ بقرہ میں ابلیس کے لئے شیطان کا لفظ استعمال فرمایاہے۔ ارشادہے: ﴿ فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ﴾البقرة: ٣٦ [لیکن شیطان نے ان کو بہکا کر وہاں سے نکلواہی دیا]۔

ہر سرکش انسان وجنات پر شیطان کے لفظ کے اطلاق کی دلیل قرآن مجید کی وہ آیت کریمہ ہے جس میں اللہ تعالی کاارشادہے: ﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَٰطِينَ ٱلْإِنسِ وَٱلْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ

زُخۡرُفَ ٱلۡقَوۡلِ غُرُورٗاۚ﴾ الانعام: ۱۱۲ [اوراسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے۔ کچھ آدمی اور کچھ جن۔ جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں سے وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں]۔

منافقین کے بارے میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِذَا لَقُواْ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قَالُوٓاْ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوۡاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ قَالُوٓاْ إِنَّا مَعَكُمۡ إِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُونَ ١٤ ﴾ البقرة: ۱۴ [جب ایمان والوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں ہم توان سے صرف مذاق کرتے ہیں]۔ (یہاں شیطانوں سے مراد سرداران قریش ویہود ہیں)۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ‹‹اے ابوذر! انسانوں اور جناتوں کے شیطانوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں››۔ (مسند احمد والنسائی)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک کبوتری کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ‹‹ایک شیطان ایک شیطانہ کے پیچھے بھاگ رہا ہے››۔ (ابوداود وابن ماجہ بسند حسن)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ‹‹کالا کتا شیطان ہے››۔(مسلم)

کالا کتا کتوں کا شیطان ہے۔ نیز جنّات اکثر وبیشتر کالے کتوں کی صورت اختیار کیا کرتے ہیں۔

ابلیس، جنّات اور شیطان کا فرق:

جیسے آدم علیہ السلام انسان اول ہیں اور سارے آدمی ان کی اولاد ہیں ایسے ہی ابلیس جنات اول ہے اور سارے جن اس کی اولاد ہیں۔ جن وشیطان میں ایمان وکفر کے لحاظ سے فرق ہے۔ مومن جنوں کو شیطان نہیں کہا جائے گا، صرف کافر جنوں کو ہی شیطان کہا جائے گا۔ صحابہ وتابعین کے آثار اور اقوال مفسرین سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

ابلیس کی تاریخ پیدائش:

اس میں شک نہیں کہ ابلیس کی ولادت آدم علیہ السلام سے پہلے ہوئی ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ مِن صَلۡصَٰلٖ مِّنۡ حَمَإٖ مَّسۡنُونٖ ﴿٢٦﴾ وَٱلۡجَآنَّ خَلَقۡنَٰهُ مِن قَبۡلُ مِن نَّارِ ٱلسَّمُومِ ﴿٢٧﴾﴾ الحجر: ٢٦ ـ ٢٧ [یقیناہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا فرمایا ہے اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا]۔

البتہ ابلیس کس دن اور کس وقت پیدا ہوا اور فرشتے اس سے پہلے پیدا ہوئے یا وہ فرشتوں سے پہلے پیدا ہوا؟ ان سب سوالات کے جوابات سے کتاب وسنت خاموش ہیں۔ بعض اسرائیلی روایات آئی ہیں لیکن ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

ابلیس کا مادۂ تخلیق:

ابلیس کا مادۂ تخلیق آگ ہے، اسی لئے ابلیس اور اس کی اولاد جنات کو ناری مخلوق بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے متعدد دلائل میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ ٱلسَّٰجِدِينَ ﴿١١﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿١٢﴾ ﴾ الاعراف: ۱۱ – ۱۲ [اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے ہی تمھاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالی نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے۔ (تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟) جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا۔ کہنے لگا: میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے]۔

(۲) نیز ارشاد ہے: ﴿ وَٱلۡجَآنَّ خَلَقۡنَٰهُ مِن قَبۡلُ مِن نَّارِ ٱلسَّمُومِ ﴿٢٧﴾ ﴾ الحجر: ۲۷ [اور اس سے پہلے ہم نے جنات کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا]۔

(۳) رسول ﷺ کی حدیث ہے: «خُلِقَتْ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ»۔ (مسلم) ‹‹فرشتے نور سے پیدا کئے گئے، جنوں کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو اس عنصر سے پیدا کیا گیا جو تمھیں بتایا جا چکا ہے››۔

کیا ابلیس کبھی فرشتہ تھا؟

اہل علم کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ابلیس پہلے فرشتہ تھا لیکن آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کرنے کی بنا پر شیطان بنا دیا گیا۔ وہ مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَإِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلَٰٓئِكَةِ ٱسۡجُدُواْ لِأٓدَمَ فَسَجَدُوٓاْ إِلَّآ إِبۡلِيسَ أَبَىٰ وَٱسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴿٣٤﴾ ﴾ البقرة: ۳۴ [اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا]۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ سجدہ کا حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا اگر ابلیس فرشتہ نہ ہوتا تو سجدہ سے انکار کی بنا پر سزا کا مستحق نہ ہوتا۔ کیونکہ سجدہ کا حکم تو صرف فرشتوں کو تھا جنوں کو نہیں تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں فرشتوں کے بیچ میں رہتے ہوئے ان کے صفات اختیار کر کے ابلیس بھی انھیں جیسا ہو گیا تھا اور وہ بھی سجدہ کے حکم میں داخل تھا بلکہ اس کو سجدہ کا صریح حکم دیا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا

تَسۡجُدَ إِذۡ أَمَرۡتُكَ ﴾الاعراف: ۱۲ [اللہ تعالی نے فرمایا: تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا ہوں؟]

جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ ابلیس جن تھا فرشتہ نہیں تھا اور یہی رائے راجح اور بر حق ہے اور اس کے متعدد دلائل ہیں۔

(۱) سورہ کہف میں اللہ تعالی نے صاف صاف فرمایا ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا۔ ارشاد ہے: ﴿ وَإِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلَٰٓئِكَةِ ٱسۡجُدُواْ لِأٓدَمَ فَسَجَدُوٓاْ إِلَّآ إِبۡلِيسَ كَانَ مِنَ ٱلۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ أَمۡرِ رَبِّهِۦٓ ﴾الکہف: ۵۰ [اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یہ جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی]۔

(۲) قرآن پاک میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ابلیس آگ سے پیدا ہوا ہے اور حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جب ابلیس آگ کا بنا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ فرشتہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ایک جن ہے۔

(۳) اللہ تعالی نے فرشتوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ معصوم ہیں۔

اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔ اگرابلیس بھی فرشتہ ہوتا تو گناہ نہ کر سکتا۔ چونکہ وہ جن تھا اسی لئے اس کے اندر سرکشی آئی اوراس نے حکم سے رو گردانی کی۔

(۴) فرشتوں کی نسل نہیں ہے۔ نہ ان میں عورتیں ہیں۔ارشاد باری ہے:

﴿ وَجَعَلُوا۟ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةَ ٱلَّذِينَ هُمْ عِبَـٰدُ ٱلرَّحْمَـٰنِ إِنَـٰثًا ۚ أَشَهِدُوا۟ خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَـٰدَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُونَ ﴿١٩﴾ ﴾ الزخرف: ۱۹ [اور انھوں نے فرشتوں کو جو رحمن کے عبادت گزار ہیں عورتیں قرار دے لیا۔ کیا ان کی پیدائش کے موقع پر موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے اس چیز کی بازپرس کی جائے گی]۔

فرشتوں کے برعکس ابلیس کی ذریت اور نسل ہے۔ارشاد باری ہے: ﴿أَفَتَتَّخِذُونَهُۥ وَذُرِّيَّتَهُۥٓ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِى ﴾ الکھف: ۵۰ [کیا پھر بھی تم اسے اوراس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟]

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "سب سے پہلے جس گناہ کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کی گئی وہ جنوں کے دادا ابلیس اور انسانوں کے دادا آدم علیہ السلام

سے ہوئی۔ جنوں کے دادا ابلیس نے پہلے گناہ کیا اور بڑا گناہ کیا۔ اس نے انکار اور تکبر کر کے ایک حکم ٹال دیا، آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا۔ جبکہ انسانوں کے دادا آدم علیہ السلام کا گناہ چھوٹا گناہ تھا کیونکہ انھوں نے ایک روکی ہوئی چیز کا ارتکاب کر لیا یعنی روکے ہوئے درخت کا پھل کھا لیا"۔

(فتاوی ۲۴۸/۴)

ابلیس کے انکار کردہ سجدے کی حقیقت:

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں کے سجدہ کا مفہوم یہ ہے کہ فرشتے ان کے لئے جھک گئے تھے، حقیقت میں سجدہ نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ بات قطعی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ عربی زبان اور اسلامی شریعت دونوں میں ہی سجدے کا مفہوم زمین پر سر ٹیکنا اور پیشانی لگانا ہے۔ رہی یہ بات کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سجدہ ایک شریعت، ایک قانون اور ایک دستور ہے۔ اللہ تعالی نے شریعت محمدیہ میں یہ حکم دیا ہے کہ صرف اللہ کو سجدہ کیا جائے۔ لہذا صرف اسی کو سجدہ کیا جاتا ہے۔ اگر اس نے حکم دیا ہوتا کہ ہم کسی مخلوق کو سجدہ کریں تو ہم اسے سجدہ کرتے اور یہ اللہ کی اطاعت وعبادت ہوتی۔ اور اگر اللہ نے سجدہ فرض نہ کیا ہوتا تو سجدہ کرنا ہم پر ضروری ہی نہ ہوتا۔

لٰہذا معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا اللہ کے حکم کی فرماں برداری اور اللہ کی عبادت تھی، اس کے ذریعہ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو عزت بخشی۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ

السلام کو جو سجدہ کیا تھا وہ سلامی کا سجدہ تھا اور سلامی کا سجدہ ہم سے پہلے کی شریعتوں میں جائز تھا۔

شریعت محمدی میں غیر اللہ کے لئے نہ سلامی کا سجدہ جائز ہے اور نہ تعظیمی سجدہ۔ سنن ابن ماجہ میں صحیح سند سے یہ روایت موجود ہے کہ :

«معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نصرانیوں کو اپنے علماء اور عبادت گذاروں کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے دل میں سوچا کہ اس تعظیم کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حقدار ہیں۔جب مدینہ پہنچے تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نصرانی اپنے علماء اور عبادت گذاروں کا سجدہ کرتے ہیں۔میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آپ اس تعظیم کے زیادہ مستحق ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے»۔

آدم علیہ السلام خود مسجود تھے یا وہ فقط قبلہ تھے؟:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو نہیں بلکہ اللہ کو سجدہ کیا تھا۔ آدم علیہ السلام صرف قبلہ کی طرح تھے۔ جیسے کعبہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا جاتا ہے اور سجدہ اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

درحقیقت یہ ایک احمقانہ بات ہے۔ ان لوگوں کا شبہ یہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام بلکہ کفر ہے۔اس شبہ کا ایک جواب پہلے گذر چکا ہے مزید جوابات اس طرح ہیں:

(۱) آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم خود اللہ نے دیا تھا۔اللہ تعالی نے یہ نہیں کہا تھا کہ آدم علیہ السلام کو قبلہ بنا کر مجھے سجدہ کرو۔(سجد لہ) اور (سجدالیہ) کا فرق عربی زبان کا ہر طالب علم جانتا ہے۔

(۲) اگر آدم علیہ السلام صرف قبلہ ہوتے تو ابلیس کو سجدہ سے انکار نہ ہوتا اور اسے یہ کہنے کی ہر گز ضرورت نہ تھی کہ میں ان سے بہتر ہوں کیونکہ قبلہ کبھی پتھروں کا ہوتا ہے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنے والوں کا درجہ قبلہ سے کم نہیں ہوتا۔ اہل ایمان کعبہ کی طرف منہ کر کے صلاۃ

پڑھتے ہیں اور اہل ایمان کی حرمت اللہ کے یہاں کعبہ کی حرمت سے کہیں زیادہ ہے۔ کبھی آدمی کسی لکڑی کا سترہ بنا کے اس کی طرف منہ کر کے صلاۃ پڑھتا ہے۔ کبھی کسی دیوار یا کھمبے کی طرف منہ کر کے صلاۃ پڑھتا ہے تو اس سے ان چیزوں کی فضیلت ثابت نہیں ہو جاتی۔ اگر آدم علیہ السلام صرف قبلہ ہی ہوتے تو اس میں ان کی کیا فضیلت تھی اور اس سے شیطان کو بھاگنے کی کیا ضرورت تھی؟

(۳) اگر آدم علیہ السلام کو ایک سجدہ میں قبلہ بنانے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی تو کعبہ اور بیت المقدس کو آدم علیہ السلام سے ہزاروں گنا افضل ہونا چاہئے کیونکہ تمام صلاتوں میں یہ دائمی قبلہ ہیں۔ جبکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے اس سجدہ کو آپ کی عظمت کا نشان اور ایک بڑی نعمت قرار دیا۔ اگر آدم علیہ السلام صرف قبلہ ہوتے تو اس واقعہ کی صرف اتنی حیثیت ہوتی کہ کسی وقت انھیں کعبہ کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ جبکہ آدم علیہ السلام کے علم وایمان کا ایک معمولی حصہ بھی کعبہ سے بہت افضل ہے۔ کعبہ تو خود ان کے اور ان کی اولاد کے لئے صرف ایک قبلہ بنایا گیا ہے۔

تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا:

کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آدم علیہ السلام کو سارے فرشتوں نے سجدہ نہیں کیا تھا، لیکن یہ بات غلط ہے۔ قرآن پاک کا صاف صاف تاکیدی اعلان ہے۔ ﴿ فَسَجَدَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٣٠﴾ ﴾ الحجر: ۳۰ [چنانچہ فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کرلیا]۔

مذکورہ آیت میں دہری تاکید کے ذریعہ یہ بات کہی گئی ہے تاکہ کسی کے استثناء کا کوئی شائبہ نہ رہ جائے۔

سجدہ سے ابلیس کا انکار

اسباب واعذار-ایک جائزہ

قرآن مجید کی متعدد آیات میں قصۂ ابلیس کا ذکر آیا ہے، ابلیس نے جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سبب دریافت کیا، ابلیس نے اس موقعہ پر اپنی کم عقلی و کج فہمی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی افضیلت کو سجدے سے انکار کا سبب بتایا، آیئے پہلے ہم ان چند آیات پر ایک نظر ڈالتے ہیں جن میں اس قصہ کا بیان ہوا ہے۔

ا۔اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ ٱلسَّٰجِدِينَ ﴿١١﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿١٢﴾ ﴾ الاعراف: ۱۱ — ۱۲ [اور ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر ہم نے ہی تمھاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے، وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق

تعالی نے فرمایا: تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے، جب کہ میں تجھ کو حکم دے چکا، کہنے لگا: میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے]۔

۲۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ إِنِّي خَـٰلِقٌۢ بَشَـرًا مِّن صَلْصَـٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٨﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَـٰجِدِينَ ﴿٢٩﴾ فَسَجَدَ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٣٠﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰٓ أَن يَكُونَ مَعَ ٱلسَّـٰجِدِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ يَـٰٓإِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ ٱلسَّـٰجِدِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَـرٍ خَلَقْتَهُۥ مِن صَلْصَـٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٣٣﴾ ﴾ الحجر: ۲۸ ـ ۳۳ [اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کرلیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا: اے ابلیس!

تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ وہ بولا کہ میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تونے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے]۔

۳۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ قَالَ ءَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا ٱلَّذِى كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾﴾ الاسراء: ۶۱ – ۶۲ [جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، اس نے کہا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تونے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اچھا دیکھ لے اسے تونے مجھ پر بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تونے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کرلوں گا]۔

۴۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ

﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ ٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَـٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ ٱلْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ ﴾ ص: ۷۱ – ۷٦ [جب آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا) اس نے تکبر کیا اور وہ تھا کافروں میں سے۔ (اللہ تعالی نے) فرمایا: اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔ کیا تو کچھ گھمنڈ میں آگیا ہے؟ یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا ہے]۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس نے سجدہ نہ کرنے کا یہ عذر پیش کیا کہ وہ آدم علیہ السلام سے افضل ہے اور ایک افضل کو اس سے کمتر کا سجدہ کرنے کا

حکم نہیں دیا جانا چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عذر گناہ بدتر از گناہ تھا۔ابلیس نے صرف یہ دیکھا کہ وہ آگ سے بنا ہے اور آدم علیہ السلام مٹی سے۔اس نے یہ نہیں دیکھا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ نے کتنی عزت بخشی ہے۔انھیں اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ان میں اپنی روح پھونکی ہے۔ابلیس نے کبر وغرور، فخر وعناد اور حسد سے کام لیا، اور وہ اس برے انجام تک اپنے فاسد قیاس سے پہنچا۔اس نے اپنے اور آدم علیہ السلام کے اصل عنصر پر نظر کی اور یہ فیصلہ کرلیا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے۔حالانکہ اس کا یہ قیاس فاسد،اس کی یہ رائے باطل اور اس کی یہ سوچ غلط تھی؛ کیونکہ:

(۱) یہ قیاس اللہ کے حکم کے مقابلہ میں تھا۔جب اللہ کا صریح حکم موجود ہو اس وقت قیاس کرنا اور اللہ کے حکم کے آگے اپنی عقل دوڑانا انتہائی حماقت اور نادانی کی بات ہے۔اور یہ عمل کسی اللہ والے کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔

ابلیس کی عقل نے کیوں ٹھوکر کھائی؟

یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اگر مخلوق کی عقل خالق کے حکم کے خلاف سوچتی ہے تو یقینی طور پر ٹھوکر کھاتی ہے جیسے کہ شیطان کی عقل نے اس کا ساتھ نہیں دیا، جس طرح درست طور پر دیکھنے کے لئے آنکھ کو اللہ کی پیدا کی ہوئی روشنی سورج یا چاند یا کسی اور روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح درست طور پر سوچنے کے لئے عقل کو بھی وحی کی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بصارت کے لئے بیرونی روشنی درکار ہے اور بصیرت کے لئے وحی کا نور مطلوب ہے۔

(۲) ابلیس کا یہ دعوی کہ وہ آدم علیہ السلام سے بہتر ہے خود ابلیس کے ذلیل وپست ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور اپنے منہ میاں مٹھو بننا پست وحقیر ہونے کی دلیل ہے۔

(۳) ابلیس کا یہ دعوی بھی غلط تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مٹی آگ سے کئی اعتبار سے افضل ہے۔

آگ اور مٹی کا موازنہ:

ا۔ مٹی کی شان، حلم، ثبات، وقار اور سنجید گی ہے۔ آدم علیہ السلام کے عنصر مٹی نے ان کو نفع دیا۔ آپ نے گناہ کے بعد توبہ کیا اور جنت سے نکلنے کے بعد دوبارہ جنت کے مستحق ہوئے۔ آگ کی شان طیش واضطراب، سوزش واشتعال، بھڑک اور جلانا ہے۔ ابلیس کے عنصر آگ نے اسے نقصان پہنچایا چنانچہ اس نے گناہ کے بعد توبہ نہ کی اور ہمیشہ کے لئے مردود ٹھہرا۔ مٹی کی طبیعت میں سکون اور ٹھہراؤ ہے جبکہ آگ کی طبیعت میں حرکت اور اشتعال ہے۔

۲۔ آگ کا مزاج فساد اور تباہی وہلاکت ہے جبکہ مٹی کا مزاج ایسا نہیں۔

۳۔ مٹی میں اور مٹی سے انسانوں اور حیوانوں کی خوراک وپوشاک کا انتظام ہوتا ہے۔ ان کے مکانات اور ضرورت کے سامان اسی سے تیار ہوتے ہیں جبکہ آگ سے ایسا کچھ نہیں ہوتا۔

۴۔ مٹی انسان وحیوان کے لئے ضروری ہے، کوئی اس سے بے نیاز

نہیں ہو سکتا۔ جبکہ آگ کی ضرورت حیوانات کو تو بالکل نہیں اور انسان بھی کئی مہینوں اور کئی دنوں تک اس سے بے نیاز رہ سکتا ہے۔ کہاں آگ سے کبھی کبھی نفع اٹھانا اور کہاں مٹی سے ہمیشہ نفع اٹھانا کیا دونوں برابر ہو سکتا ہے؟؟۔

۵۔ مٹی میں کوئی دانہ ڈالا جائے تو مٹی کی برکت یہ ہے کہ وہ دانہ کئی گنا ہو کر واپس ملتا ہے۔ جبکہ آگ میں جتنے دانے ڈالے جائیں آگ سب کو کھا لیتی ہے۔ بڑھانا تو دور کی بات ہے خود اس میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑتی۔

٦۔ مٹی از خود قائم ہے۔ وہ اپنے قیام کے لئے کسی دوسری چیز کی محتاج نہیں۔ جبکہ آگ کو قائم رہنے کے لئے کوئی جگہ چاہئے۔

۷۔ آگ مٹی کی محتاج ہے اور مٹی آگ کی محتاج نہیں کیونکہ آگ جس جگہ رکھی جائے گی وہ یا تو مٹی ہو گی یا مٹی سے بنی ہوئی کوئی چیز ہو گی۔

۸۔ مٹی میں خیر و برکت پوشیدہ ہے جتنا اسے الٹ پلٹ کریں گے اور اس کی کھدائی کریں گی اس کی خیر و برکت ظاہر ہو گی۔اس کے بر خلاف آگ میں اگرچہ تھوڑا سا نفع ہے لیکن اس میں شر و مصیبت پوشیدہ ہے۔

جب تک اسے باندھ کے اور بند کر کے رکھیں گے اس سے مستفید ہوتے رہیں گے اور جونہی آگ آزاد ہوئی اور اس پر سے رکاوٹ ختم ہوئی تو تباہی وبربادی یقینی ہوجائے گی۔

۹۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں زمین کا بکثرت ذکر کیا ہے اور اس کی نفع رسانیوں کی وضاحت کی ہے جبکہ آگ کاذکر سزااور عذاب کے طور پر آیاہے سوائے ایک دو جگہوں کے کہ جہاں پر مسافر کے لئے اسے مفید بتایا گیاہے۔

۱۰۔ قرآن مجید کے اندر زمین کے بہت سے مقامات کو بابرکت قرار دیا گیاہے لیکن آگ کو کہیں بھی بابرکت نہیں قرار دیا گیاہے بلکہ آگ تو برکت مٹانے والی ہے۔

۱۱۔ اللہ تعالی نے زمین میں بہت سے منافع رکھے ہیں۔نہریں، چشمے، باغات، وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ ایسی کوئی چیز آگ میں نہیں۔

۱۲۔ ابلیس کامادہ آگ کا شعلہ ہے اور وہ کمزور ہے۔ خواہشات اسے جہاں چاہتے ہیں پھیرتے رہتے ہیں۔اسی لئے اپنے خواہشات کا غلام بن کر

ابلیس نے نافرمانی کی۔ جبکہ آدمی کا مادہ مٹی ہے اور مٹی ایک طاقتور چیز ہے۔ خواہشات اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ تھوڑی دیر کے لئے اگر خواہش غالب بھی آجائے تو پھر جلد ہی زائل ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ زمین ہی میں اللہ کے گھر پائے جاتے ہیں۔ کعبہ اور مسجدیں پائی جاتی ہیں۔ اور آگ میں ایسا کچھ نہیں۔

۱۴۔ آگ کا مقصد یہ ہے کہ وہ زمین میں پیدا ہونے والی چیزوں کی خادم رہے۔ جب آگ کی خدمت کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے کسی خادم کی طرح بلایا جاتا ہے اور ضرورت پوری ہونے پر اسے بجھا دیا جاتا ہے۔

۱۵۔ ابلیس نے اپنی بے عقلی کی بنا پر یہ دیکھا کہ آدم علیہ السلام کو گیلی مٹی سے بنایا گیا ہے اس لئے ان کو حقیر خیال کیا۔ کاش اس بیوقوف کو معلوم ہوتا کہ گیلی مٹی دو چیزوں سے مرکب ہے ایک تو پانی جس سے اللہ نے ہر زندہ چیز کو بنایا ہے اور دوسری چیز مٹی جو نعمتوں کا خزینہ اور منافع کا گنجینہ ہے۔

۱۶۔ مٹی آگ پر غالب آتی ہے اور اسے بجھا دیتی ہے لیکن آگ مٹی پر غالب نہیں ہے۔

۱۷۔ اللہ نے زمین کو سجدہ گاہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے اور آگ کو ایسی کوئی فضیلت نہیں۔

۱۸۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آگ مٹی سے بہتر ہے تو اصل کے افضل ہونے سے فرع کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ دادا بہت شریف اور باعزت ہوتے ہیں لیکن ان کی اولاد نہایت ذلیل اور بدتر ہوتی ہے۔

۱۹۔ آدم علیہ السلام اگرچہ مٹی سے بنائے گئے تھے لیکن اللہ نے ان میں اپنی روح پھونک کر انھیں عزت بخشی۔ ابلیس کو یہ فضیلت تو ہرگز حاصل نہیں تھی۔

۲۰۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے بنایا تھا۔

۲۱۔ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ ابلیس ہی افضل تھا تو کہا جائے گا کہ افضل کا اپنے سے کمتر کی تعظیم و تکریم کرنا کوئی تعجب اور انکار کی بات نہیں۔

کفر ابلیس کی نوعیت:

ابلیس اللہ کے سامنے کھڑا تھا، اللہ سے گفتگو کر رہا تھا، اللہ کو اپنا رب تسلیم کر رہا تھا، مردود قرار دیئے جانے کے بعد اللہ تعالی سے مہلت بھی طلب کی اور مہلت پا بھی گیا، ان سب کے باوجود وہ کافر کیسے ہو گیا؟ اس کے کفر کی نوعیت کیا ہے؟ ان سب باتوں کو سمجھنے کے لئے کفر اکبر کی قسموں کا جاننا ضروری ہے، یاد رہے کہ کفر اکبر کی چار قسمیں ہیں:

(۱) کفر تکذیب: کفر تکذیب یہ ہے کہ دل سے رسولوں کے جھوٹا ہونے کا عقیدہ رکھا جائے اور زبان سے بھی انھیں جھٹلایا جائے۔ چنانچہ ماضی کی بعض امتوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ ٱلَّذِينَ كَذَّبُواْ بِٱلْكِتَٰبِ وَبِمَآ أَرْسَلْنَا بِهِۦ رُسُلَنَا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾ ﴾ غافر: ۷۰ [جن لوگوں نے کتاب کو جھٹلایا اور اسے بھی جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا انھیں ابھی ابھی حقیقت حال معلوم ہو جائے گی]۔

(۲) کفر جحود: کفر جحود یہ ہے کہ دل میں حق کا اعتراف ویقین ہونے کے باوجود حق کو چھپانا اور اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنا، نہ زبانی شہادت دینا

اور نہ عملی طور پر اتباع واطاعت کرنا جیسے فرعون اور اس کی قوم کا موسی علیہ السلام کا انکار اور یہودیوں کا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار۔ارشاد باری ہے :

﴿وَجَحَدُوا۟ بِهَا وَٱسْتَيْقَنَتْهَآ أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ﴾النمل: ۱۴ [انھوں نے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر]۔

(۳) کفر عناد و تکبر: کفر عناد و تکبر یہ ہے کہ دل وزبان دونوں سے حق کا اقرار کرنا، نہ ہی اسے جھٹلانا اور نہ ہی اس کا انکار کرنا لیکن عناد و تکبر کی بنا پر اطاعت سے باز رہنا اور سرکشی کرنا جیسے کفر ابلیس۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿٣٤﴾ ﴾ البقرۃ: ۳۴ [تو ابلیس کے سواسب نے سجدہ کیا۔اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا]۔

(۴) کفر نفاق: کفر نفاق یہ ہے کہ لوگوں کے دکھاوے کی خاطر بظاہر اطاعت وفرماں برداری اختیار کرلینا اور دل کا پوری طرح ایمان وتصدیق سے خالی ہونا جیسے منافقین: عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کا گروہ۔

ابلیس کی سزا

ابلیس کو اس کے عناد و تکبر اور سرکشی کی بناپر آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں میں اتار دیا گیا، اس پر ذلت وخواری مسلط کردی گئی، اس پر تا قیامت لعنت برستی رہے گی، صرف وہی نہیں بلکہ جو بھی اس کی پیروی کریں گے سب اس کے ساتھ جہنم کی خوراک بنیں گے۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿قَالَ فَٱهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَٱخۡرُجۡ إِنَّكَ مِنَ ٱلصَّٰغِرِينَ ﴿١٣﴾﴾ الاعراف: ۱۳ [حق تعالی نے فرمایا تو آسمان سے اتر۔ تجھ کو کوئی حق نہیں کہ تو آسمان میں رہ کر تکبر کرے، سو نکل تو بے شک ذلیلوں میں سے ہے]۔

نیز ارشاد ہے: ﴿قَالَ ٱخۡرُجۡ مِنۡهَا مَذۡءُومٗا مَّدۡحُورٗاۖ لَّمَن تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ لَأَمۡلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمۡ أَجۡمَعِينَ ﴿١٨﴾﴾ الاعراف: ۱۸ [اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جا، جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا]۔

ابلیس کو صفائی کا موقعہ

اللہ تعالی نے ابلیس کو سزا دینے سے پہلے اسے اپنی صفائی دینے کا پورا موقع دیا، قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَاْ خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿١٢﴾ ﴾ الاعراف: ۱۲ [حق تعالی نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا۔ کہنے لگا: میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے]۔

چونکہ ابلیس کا عذر پوری طرح غیر معقول اور غیر مقبول تھا جیسا کہ پچھلے صفحات میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے لہٰذا اسے رد کر دیا گیا، ابلیس کے پاس موقعہ تھا کہ توبہ کر لے اور اللہ سے معافی مانگ لے لیکن اس نے معافی مانگنے کے بجائے قیامت تک کے لئے مہلت مانگی تا کہ بزعم خویش جس آدم کی وجہ سے ملعون ٹھہرا ہے ان سے بدلہ لے سکے، جوش انتقام میں ابلیس نے کہا جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں بیان کیا ہے: ﴿ قَالَ

أَنظِرْنِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ ٱلْمُنظَرِينَ ﴿١٥﴾ ﴾ الاعراف: ۱۴ – ۱۵

[ابلیس نے کہا کہ مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت دیجئے، اللہ تعالی نے فرمایا: تجھ کو مہلت دی گئی]۔

اورابلیس کا مطالبہ منظور ہو گیا

رب کریم ابلیس کا بھی رب ہے، اس کی شان ربوبیت نے ابلیس کو بھی محروم نہ کیا، ابلیس نے اللہ کے حکم کی تعمیل سے سرتابی کی مردود ٹھہرا، لیکن جب اس نے اللہ تعالی سے قیامت تک کے لئے مہلت مانگی تو اسے مہلت دی گئی، اسے قیامت تک کی طویل عمر سے نوازا گیا۔

ابلیس کی فتنہ سامانی:

ابلیس نے آدم اور ان کی اولاد کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جانے کی خاطر اللہ سے روز قیامت تک کے لئے طویل مہلت طلب کی اور اسے یہ مہلت حاصل بھی ہوگئی، اسی دن سے ابلیس اپنی فتنہ سامانیوں کے لئے منصوبہ بندی کرنے لگا، اپنی ہر ممکن قوت وطاقت کو ابن آدم کی گمراہی کے

لئے ابلیس بروئے کار لاتا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ : «ابلیس پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے اور (لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے) اپنے لشکر بھیجتا ہے۔ابلیس کے نزدیک سب سے بڑا رتبہ اس شخص کو ملتا ہے جس کا فتنہ سب سے عظیم ہوتا ہے۔ایک شیطان آ کے کہتا ہے کہ میں نے ایسا اور ایسا کیا۔ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک شیطان آتا ہے اور کہتا ہے: میں اس کے پیچھے لگا رہا اور اسے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی۔ ابلیس اسے اپنے سے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے تو بہت اچھا ہے اور پھر اسے گلے لگا لیتا ہے»۔

حدیث مذکور سے یہ بات واضح طور پر کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ابلیس انسانوں کے خلاف اپنی جنگ کے لئے پوری طرح منصوبہ بندی کرتا ہے۔ مختلف سمتوں میں اپنے لشکر بھیجتا ہے۔ میٹنگ کر کے ان کی رپورٹ سنتا ہے اور سب کی کارکردگی کا جائزہ لیتا ہے۔ جس نے لوگوں کو گمراہ کرنے میں جس قدر محنت کی ہے اسی اعتبار سے ان کی تعریف کرتا ہے۔

انھیں اپنے سے قریب کرتا ہے اور بلند درجات سے نوازتا ہے۔ ابلیس کو لوگوں کے گمراہ کرنے کا ایک طویل تجربہ ہے۔ دادا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر آج تک وہ زندہ ہے اور فتنہ پھیلانے اور سچائی کے خلاف جھوٹ کی تبلیغ کرنے میں مصروف ہے اور کسی تھکاوٹ کے بغیر اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ لیکن یاد رہنا چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«شیطان نے اللہ سے کہا: اے اللہ! تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسم میں جان باقی رہے گی، اللہ تعالی نے فرمایا: میرے عزت وجلال کی قسم! میں اپنے بندوں کی اس وقت تک مغفرت کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے مغفرت اور بخشش مانگتے رہیں گے»۔ (رواہ احمد والحاکم وحسنہ اللبانی۔ صحیحہ ۱۳۱ ح ۱۰۴)

انسان سے متعلق شیطان کے ارادے:

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ انسان کو تباہی وبربادی سے دوچار کرنے کے لئے اس کے ارادے انتہائی خطرناک ہیں۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ تعالی نے اولاد آدم کو شیطان کے خطرناک ارادوں کا ذکر کرتے ہوئے انھیں شیطانوں کی عداوت سے آگاہ کیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم چند ایسی آیات کا ذکر کرتے ہیں جن سے شیطان کے ارادوں کا علم ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا﴾ النساء: ٦٠ (اور شیطان انھیں دور کی گمراہی میں ڈال دینا چاہتا ہے)۔ نیز ارشاد ہے: ﴿إِنَّهُۥ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ﴾ القصص: ١٥ (بے شک وہ (شیطان) راستہ سے بھٹکا دینے والا کھلا ہوا دشمن ہے)۔

نیز ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾ المائدة: ٩١ (شیطان شراب اور جوئے کے ذریعہ تمھارے اندر بغض وعداوت پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تمھیں اللہ کی یاد اور صلاۃ سے روکنا چاہتا ہے، کیا تم (شراب اور جوئے سے) باز آؤ گے؟؟)۔

نیز ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ لَكُمۡ عَدُوّٞ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّاۚ إِنَّمَا يَدۡعُواْ حِزۡبَهُۥ لِيَكُونُواْ مِنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ ﴾ فاطر: ٦ (یقیناً شیطان تمھارا دشمن ہے، تو اسے دشمن بنا کے رکھو، وہ اپنے گروہ کو دعوت دیتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں میں سے ہو جائیں)۔

نیز ارشاد ہے: ﴿ كَمَثَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ إِذۡ قَالَ لِلۡإِنسَٰنِ ٱكۡفُرۡ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيٓءٞ مِّنكَ ﴾ الحشر: ١٦ (شیطان انسان سے کفر کرنے کے لئے کہتا ہے جب انسان کافر ہو جاتا ہے تو شیطان کہتا ہے: اب تجھ سے میرا کوئی تعلق نہیں)۔

مذکورہ آیات کی روشنی میں شیطان کے مندرجہ ذیل ارادے سامنے آتے ہیں:

1) دور کی گمراہی میں ڈالنے کا ارادہ
2) باہمی عداوت اور بغض پیدا کرنے کا ارادہ
3) ذکر الہی اور صلاۃ سے غافل کرنے کا ارادہ
4) کفر کروانے کا ارادہ
5) اپنے ساتھ جہنم لے جانے کا ارادہ

شیطان کی تعلیمات:

شیطانی ارادوں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہمیں یہ اندازہ کرلینا نہایت آسان ہے کہ شیطانی تعلیمات کس طرح کی ہوسکتی ہیں؟

شیطان کی تعلیمات انبیاء اور رسولوں کی تعلیمات کے برعکس شرک وبت پرستی، فحش کاری وبدکرداری، بلا علم جہالت کے ساتھ اللہ کی طرف جھوٹی باتوں کے انتساب اور اخلاق وکردار میں سفلہ پن وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾﴾ البقرة: ١٦٨ ـــ ١٦٩ (اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں بُرائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور یہ بھی کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں (کچھ بھی) علم نہیں)۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: «إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ

عَنْ دِينِهِمْ، وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا». «میں نے اپنے تمام بندوں کو یکسو (فطرت توحید پر) پیدا فرمایا، پھر ان کے پاس شیاطین آئے اور ان کو ان کے دین سے پھیر دیا، جو میں نے ان کے حلال کیا تھا شیطانوں نے ان پر حرام کر دیا، اور شیطانوں نے ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا جس کی میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی»۔(صحیح مسلم)

شیطان سے تحفظ کے وسائل:

شیطان ایک نظر نہ آنے والی مخلوق ہے، انسان کی دشمنی اور اسے دنیاوآخرت کی تکلیفوں میں مبتلا کرنا ہی اس کا مقصد ہے، لہٰذا اس سے تحفظ کے وسائل کی تلاش ہر انسان کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور نبی کریم ﷺ نے اپنی احادیث میں ان وسائل کا نہایت وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے، آیئے ہم چند اہم وسائل پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

۱۔ عبدیت الٰہی کا اختیار

اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا اور اس کی عبدیت و بندگی کو اختیار کر لینا ایسا عظیم وسیلہ ہے جس سے شیطان بے بس ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾ ﴾ الاسراء: ٦٥ (میرے سچے بندوں پر تیرا کچھ قابو اور بس نہیں اور (اے پیغمبر!) تمہارا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے۔)

عبدیت الٰہی کا لازمی حصہ ہے کہ عبادت کو اللہ کے لئے خالص کر دینا اور کسی کو اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرنا کیونکہ اللہ کو چھوڑ کر یا

اللہ کے ساتھ ساتھ جس کی بھی عبادت کی جائے گی وہ شیطان کی عبادت ہو گی۔اور شیطان کی عبادت سے اللہ تعالی نے سخت منع فرمایا ہے، ارشاد ہے: ﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا۟ ٱلشَّيْطَٰنَ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَأَنِ ٱعْبُدُونِى ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾ یس: ۶۰ ــ ۶۱ (اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے قول وقرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تو تمھارا کھلا دشمن ہے۔اور میری ہی عبادت کرنا، سیدھی راہ یہی ہے۔)

اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے شیطان خوف کھاتا اور بھاگتا پھرتا ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مشہور اور صحیح حدیث ہے کہ شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے جس سے آپ گذرتے ہیں۔

۲۔استعاذہ (شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرنا)

اللہ ہی وہ ذات ہے جو انسان کو شیطان سے پناہ دینے والا ہے، شیطان سے پناہ مانگنے کے لئے قرآن وحدیث میں بہت سی دعائیں سکھائی گئی

ہیں، ایک جگہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾ ﴾ فصلت: ٣٦ (اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو یقیناً وہ بہت ہی سننے والا جاننے والا ہے۔)

نیز ارشاد ہے: ﴿ وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ ﴿٩٧﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ﴿٩٨﴾ ﴾ المؤمنون: ٩٧ ـ ٩٨ (اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آجائیں)۔

نبی کریم ﷺ مختلف اوقات میں شیطان سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے اور آپ نے اپنی امت کو بھی اس کی تعلیم دی ہے۔ بعض مواقع پر شیطان کے شر سے بچنے کے لئے خصوصی طور پر استعاذہ کی تعلیم دی گئی ہے، مثلاً بیت الخلاء میں جانے کے وقت، غصہ کے وقت، جماع سے پہلے، کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے وقت، گدھے کی آواز اور چیخ سن کر اور قرآن کریم کی

تلاوت سے پہلے۔

استعاذہ شیطان سے حفاظت کے لئے ایک زبردست ہتھیار ہے، اور شیطان سے چونکہ ہم ہر وقت حالت جنگ میں ہیں اس لئے اس مضبوط ہتھیار سے کبھی غافل نہیں رہنا چاہئے۔

ابلیس کو آگ کا عذاب کیسے ؟

بعض لوگ یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ ابلیس آگ سے پیدا کیا گیا ہے تو اسے کس طرح آگ کا عذاب دیا جائے گا؟ اس شبہ کے متعدد جوابات میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) - اس شبہ کا پہلا جواب یہ ہے کہ ایسا کتاب وسنت سے ثابت ہے لہذا اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور نص کے موجود ہوتے ہوئے اجتہاد کرنا منع ہے۔

(۲) - قرآن پاک میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کی اصل مٹی ہے ورنہ آدمی حقیقت میں مٹی نہیں ہے۔ اب انسان مٹی کے بجائے گوشت پوست کا ہے۔ ایسے ہی جن وشیاطین اور ابلیس کی اصل بھی آگ ہے لیکن اب وہ حقیقت میں آگ کے نہیں ہیں۔

(۳) - صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ: «رسول اللہ ﷺ ایک بار صلاۃ کے لئے کھڑے ہوئے، صحابہ نے آپ کو فرماتے سنا: (أَعُوذُ بِاللّٰهِ

مِنْكَ) پھر فرمایا: (أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ) تین بار فرمایا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا جیسے کوئی چیز پکڑ رہے ہیں۔ جب صلاۃ سے فارغ ہوئے تو صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے آج صلاۃ کے اندر ایسی باتیں کہتے سنیں جو اس سے پہلے آپ نہیں کہا کرتے تھے اور ایسے ہی آپ نے اپنا ہاتھ بھی آگے بڑھایا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لئے آیا تھا۔ وہ میرے منہ کو لگانا چاہتا تھا، میں نے تین بار (أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ) کہا، پھر میں نے کہا: (أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ التَّامَّةِ) ایسا تین بار کہا، پھر بھی وہ پیچھے نہ ہٹا۔ پھر میں نے اسے پکڑنا چاہا۔ اللہ کی قسم! اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو اس وقت وہ شیطان بندھا ہوا ہوتا اور اس سے مدینہ کے بچے کھیل رہے ہوتے»۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس اپنے ناری عنصر پر باقی نہیں ہے۔ اسی لئے تو اسے الگ سے آگ کا شعلہ لانے کی ضرورت پڑی۔ ورنہ وہ اپنا ہاتھ یا کوئی دوسرا عضو لگا دیتا اور اس سے وہی تکلیف ہوتی جو آگ سے ہوتی ہے۔

(۴) - مسند احمد کی روایت ہے کہ ((ایک شخص نے عبدالرحمن بن خنبش سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کیا کیا تھا جب شیطانوں نے آپ کے خلاف سازش کی تھی؟ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شیطان وادیوں سے اتر کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ ان میں ایسے شیطان بھی تھے جن کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے تھے، وہ رسول اللہ ﷺ کو جلادینا چاہتے تھے۔ آپ پیچھے ہٹنے لگے، جبریل علیہ السلام آئے اور یہ دعا پڑھنے کے لئے کہا: (أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، وَذَرَأَ وَبَرَأَ ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا، وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ، يَا رَحْمٰنُ) [میں اللہ کے ان کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں جن سے کوئی نیک وبد آگے نہیں گذر سکتا، ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا فرمایا، گھڑا اور پھیلایا، اور ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان پر چڑھتی یا اس سے اترتی ہے، اور ہر اس شر سے جسے زمین میں پھیلایا یا جو زمین سے نکلتی ہے، اور شب وروز کے فتنوں کے شر سے، اور رات کو آنے والے

ہر شخص کے شر سے سوائے اس شخص کے جو خیر لے کر آئے، اے بہت رحم فرمانے والے!]

اس دعا کا پڑھنا تھا کہ شیطانوں کی آگ بجھ گئی اور اللہ نے انھیں شکست دے دی»۔ (ملاحظہ ہو سلسلہ صحیحہ للالبانی/۲۹۹۵)

حدیث سے معلوم ہوا کہ شیطان آگ کی صفت پر باقی نہیں ہیں ورنہ انھیں اپنے ہاتھوں میں آگ کے شعلے لانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

(۵) - متفق علیہ حدیث ہے کہ: «شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے»۔

اگر شیطان اپنی ناری صفت پر باقی ہوتا تو انسان کی رگوں میں خون کی مانند دوڑنا آسان نہیں تھا۔

(٦) - انسان مٹی سے بنا ہے لیکن اگر اسے مٹی سے مارا جائے تو اسے تکلیف ہوتی ہے، بلکہ مٹی سے مار کر اسے قتل بھی کیا جا سکتا ہے اور مٹی میں دفن کر کے اس کی جان بھی لی جا سکتی ہے۔ ایسے ہی ابلیس اور دوسرے شیطانوں

کو جنھیں آگ سے پیدا کیا گیا ہے آگ کا عذاب دیا جائے گا اور اس سے انھیں تکلیف ہو گی۔

(۷) - اللہ جس کو جس طرح عذاب دینا چاہے اس پر قادر ہے۔﴿إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ وہ آگ کی مخلوق کو آگ سے عذاب دینے پر پوری طرح قادر ہے۔

ابلیس کے وجود کی حکمتیں:

اللہ تعالی حکمت والا ہے۔اس کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں۔اس نے خیر وشر دونوں پیدا کئے ہیں۔شر اس کی بعض مخلوقات میں ہے، خود اس کے فعل میں کوئی شر نہیں۔اس کا فعل پورا کا پورا خیر ہے۔شر کی نسبت سے اس کا ہر عمل پاک ہے۔وہ قدوس ہے۔ابلیس جو تمام ادیان ومذاہب کے فساد کا باعث ہے اور بہت سارے بندوں کی شقاوت وبد بختی کا سبب ہے اس کے باوجود اس کی تخلیق میں وہ عظیم حکمتیں ہیں کہ اس کا موجود ہونا اس کے نہ ہونے سے بہتر ہے۔حکمتوں کی تفصیلات تو اللہ ہی جانتا ہے لیکن اہل علم نے بہت سی حکمتیں ذکر کی ہیں، چند کا ہم ذکر کرتے ہیں۔

(۱) انبیاء واولیاء ابلیس اور اس کے لشکروں سے معرکہ آرائی کے ذریعہ بندگی کے مراتب کی تکمیل کرتے ہیں۔وہ شیطانوں کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اس میں بہت سی دنیوی واخروی مصلحتیں ہیں۔

(۲) محبت وانابت، توکل وصبر ورضا اور اس جیسی عظیم عبادات جو اللہ کو

محبوب ہیں، اللہ کی راہ میں قربانی کے بعد ہی حاصل ہوتی ہیں۔اگرابلیس اور اس کے لشکروں سے معرکہ آرائی نہ ہوتی تو یہ بے شمار فوائد کہاں سے حاصل ہوتے؟

(۳) اللہ کو شکر کیا جانا بہت پسند ہے۔اگرابلیس اوراس کالشکرنہ ہوتاتو شکر کی بہت سی قسمیں ادا ہونے سے رہ جاتیں۔آپ غور کریں کہ آدم علیہ السلام اپنے دشمن ابلیس کے فریب میں آکر گناہ کر بیٹھتے ہیں۔پھر توبہ کرتے ہیں اور اللہ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ظاہر ہے کہ توبہ کی قبولیت کے بعد شکر کا وہی انداز واسلوب نہیں رہے گا جو گناہ سے پہلے تھا بلکہ اس سے بہت زیادہ بڑھاہوا رہے گا۔

(۴) ابلیس ایک شکنجہ ہے جس میں کسکر بندوں میں سے کھرے اور کھوٹے کی تمیز کی جاتی ہے۔کون ہیں جو ابلیس کی دعوت کو اختیار کرتے ہیں اور کون ہیں جو انبیاء کی دعوت اختیار کرتے ہیں؟

(۵) فرشتےاوراہل ایمان ابلیس کاانجام دیکھنے کے بعد گناہوں سے جس قدر ڈرتے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا کہ ابلیس کا انجام جاننے سے پہلے

تھا۔

(٦) ابلیس اور اس کے لشکر کی مخالفت کر کے بندوں کو ثواب ملتا ہے۔

(٧) ابلیس کو اپنا دشمن سمجھنا ایک عظیم عبادت ہے جس کا قرآن پاک میں حکم آیا ہے۔ارشاد ہے: ﴿إِنَّ ٱلشَّيْطَـٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ فاطر: ٦ [یادرکھو! شیطان تمھارا دشمن ہے، تم اسے دشمن جانو]۔

(٨) ابلیس کی تخلیق سے اللہ کی قدرت کا کمال ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اللہ نے متضاد صفات کی مخلوقات پیدا کی ہیں۔ایک طرف جبریل اور سارے فرشتوں کو پیدا کیا جو حکم کے پابند ہیں اور نافرمانی کبھی نہیں کرتے۔دوسری طرف ابلیس اور شیاطین کو پیدا کیا جو نہ صرف خود گمراہ ہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کر کے جہنم میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔

(٩) متضاد صفات کے وجود سے مقابل کا حسن ظاہر ہوتا ہے۔اگر بدصورتی نہ ہو تو خوبصورتی کی قدر نہ جانی جائے گی اور اگر فقیری و محتاجی نہ ہو تو امیری و دولت مندی کی قدر کیسے معلوم ہو گی؟

(١٠) اگر ابلیس نہ ہوتا اور اس نے انبیاء کی مخالفت و دشمنی پر آمادہ کر کے

لوگوں سے کفر نہ کرایا ہوتا تو بہت ساری الٰہی نشانیاں اور عجائبات قدرت ظاہر نہ ہوتے جیسے طوفان نوح، عصائے موسیٰ، غرقابی فرعون وغیرہ۔

(۱۱) اللہ نے ابلیس کو اپنے مخالفین کے لئے ایک درس عبرت بنایا ہے۔ جو اطاعت سے تکبر کریں اور اپنی سرکشی پر اڑے رہیں وہ ابلیس کا انجام دیکھ کر اپنے انجام پر غور کریں۔ اور جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کرلیں ان کے لئے آدم علیہ السلام کی زندگی میں سبق ہے۔

(۱۲) ابلیس کی تخلیق سے اللہ کے بہت سارے ناموں اور صفات و کمالات کے آثار ظاہر ہوئے۔ جبر و قہر، عدل وانتقام، اعزاز واذلال، حلم وعفو، ستر ومغفرت وغیرہ کے آثار ظاہر ہوئے۔

(۱۳) اللہ کا ایک نام حکیم ہے اور حکمت یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کا مقام دیا جائے۔ جو جس کے لائق ہو اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے۔ اگر متضاد صفات کی مخلوقات نہ ہوتیں تو یہ حکمت کس طرح پوری ہوتی؟

(۱۴) آگ میں جلانے، اوپر اٹھنے اور تباہ وبرباد کرنے کی بھی صفت ہے اور روشنی دینے، اجالا کرنے اور چمکانے کی بھی صفت ہے ایسے ہی مٹی میں اچھی

وبری، نرم وسخت، سرخ وسیاہ ہر طرح کی صفات ہیں۔ اللہ نے اپنی حکمت وقدرت سے ان سارے اوصاف کو ظاہر کیا۔

(۱۵) اللہ کی حمد وثنا ہر طرف سے کامل ومکمل ہے۔ وہ اپنے عدل وانتقام پر بھی قابل تعریف ہے اور اپنے فضل وعطا پر بھی۔

قرآن مجید میں
قصۂ ابلیس کے تکرار کی حکمتیں

ابلیس کا قصہ قرآن پاک میں سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف، سورۂ حجر، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف، سورۂ طٰہ اور سورۂ ص میں آیا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف اسلوب اور پیرائے میں قصۂ ابلیس کو دہرایا گیا ہے۔ اس میں بہت سی حکمتیں اور بہت سے فوائد ہیں۔ چند کو ہم ذکر کرتے ہیں:

(ا) حکم الٰہی کی مخالفت کا نتیجہ

ابلیس مردود کے قصہ سے سب سے اہم فائدہ ہم کو یہ ملتا ہے کہ حکم الٰہی کی مخالفت کا نتیجہ بہت بھیانک ہے۔ انبیاء کی تعلیم رب کی جانب سے ہوتی ہے۔ جو لوگ انبیاء کی تعلیمات اور ان کی سنت اور احادیث کے مقابلے میں اپنی رائے و قیاس یا اپنا فکر و فلسفہ یا اپنے تجربات یا قصے کہانیاں یا خواب وغیرہ پیش کرتے ہیں وہ اسی ابلیس کی راہ پر چل رہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اس

سے محفوظ رکھے۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں یہ قصہ بار بار دہرایا ہے تاکہ ہم اس پر غور کریں اور یاد رکھیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آجائے تو اس کے مقابلہ میں ہم اپنی رائے و قیاس اور اپنی عقلی مثالیں نہ پیش کریں بلکہ کتاب وسنت کے آگے اپنا سر تسلیم خم کردیں۔

کتاب وسنت کے نصوص احکام الٰہی ہیں۔ان کی مخالفت سے آدمی دین حق سے برگشتہ ہوکر مختلف فتنوں کا شکار ہوجائے گا جو اسے کفر وشرک اور بدعات وخرافات تک پہنچا کر دم لیں گے۔ارشاد باری ہے: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ النساء: ٦٥ [سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان میں کردیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کرلیں]۔

(۲)اولاد آدم سے ابلیس اور اس کی نسل کی دشمنی

ابلیس نے اپنی فضیلت کے زعم باطل میں آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا، اور پھر جب راندۂ درگاہ کر دیا گیا تو آدم اور ان کی اولاد کا بد ترین دشمن بن گیا، اس نے یہ ٹھان لی کہ اپنے ساتھ ان کو بھی جہنم میں لے جائے گا۔ اسی خاطر اس نے اللہ تعالی سے قیامت تک کے لئے لمبی عمر مانگی، اللہ تعالیٰ نے بہت سی حکمتوں کے پیش نظر اس کی یہ طلب قبول فرمائی۔ لیکن اللہ تعالی نے اولاد آدم کو ان کے اس بد ترین دشمن سے محتاط رہنے اور بچتے رہنے کی تاکید و تلقین کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٌ ١٦٨﴾ البقرۃ: ١٦٨ (اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)۔

ابلیس اللہ کے حکم کے سامنے اکڑ گیا۔ اللہ کی بات نہیں مانی اور آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور دعوی کیا کہ وہ آدم علیہ السلام سے بہتر ہے اور پھر اس عزم کا اعلان کیا کہ وہ اولاد آدم کو جنت میں نہیں جانے دے گا۔ انھیں مختلف طریقوں سے راہ حق سے گمراہ کرے گا۔ اللہ

تعالی نے اسے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔ ﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ ﴾ ص: ٨٢ - ٨٣ [شیطان نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقینا بہکاؤں گا بجز تیرے ان بندوں کے جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں]۔

نیز ارشاد ہے: ﴿ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٧﴾ ﴾ الاعراف: ١٦ ـــ ١٧ [ابلیس نے کہا: بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا، ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان کی داہنی جانب سے اور ان کے بائیں جانب سے بھی، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پایئے گا]۔

نیز ارشاد ہے: ﴿ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ

ٱسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾ ﴾

الاسراء: ۶۲ ــ ۶۵ [شیطان نے کہا: اچھا دیکھ لے، اسے تونے مجھ پر بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تونے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کرلوں گا۔ارشاد ہوا کہ جا، ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا پورا بدلہ ہے۔ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے بہکالے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا اور ان کے مال اور اولاد میں سے اپنا بھی ساجھا لگا اور انھیں جھوٹے وعدے دے لے۔ ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں۔ میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں۔ تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے]۔

(۳) کبر وحسد کا انجام

حسد اور تکبر وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب دنیائے انسانیت میں سب

سے پہلے کیا گیا اور اس کا مرتکب ابلیس تھا۔ ابلیس نے کبر وحسد کی بنیاد ڈالی، اس نے اسی بنا پر آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا اور اس برے انجام سے دوچار ہوا۔ ابلیس کا قصہ بیان کرکے خبر دار کیا گیا ہے کہ انسان کبر وحسد سے بچے۔ یہ کبر وحسد ہی تو تھا جس نے کفار مکہ کو اسلام قبول کرنے سے روکا پھر وہ دنیا وآخرت دونوں جگہ ناکام ونامراد ہوئے۔ قصۂ ابلیس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تکبر والے کو اس کی نیت سے الٹی سزا ملتی ہے۔ متکبر کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسے بڑا مانا جائے تو اسے حقیر اور ذلیل کر دیا جاتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ قَالَ فَٱهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَٱخۡرُجۡ إِنَّكَ مِنَ ٱلصَّٰغِرِينَ ﴿١٣﴾ ﴾ الاعراف: ۱۳ [حق تعالی نے فرمایا تو آسمان سے اتر۔ تجھ کو کوئی حق نہیں کہ تو آسمان میں رہ کر تکبر کرے، سو نکل تو بے شک ذلیلوں میں سے ہے]۔

(۴) اتباع حق پر ثابت قدمی

ابلیس کی زندگی سے عبرت لیتے ہوئے ہمیں دین پر ثابت قدم رہنا چاہئے۔ اللہ کی نافرمانی اور اس کی شریعت کی خلاف ورزی سے ڈرنا چاہئے۔

ابلیس ہمیں راہ حق سے منحرف کرنے کے لئے شب وروز لگا ہوا ہے لیکن اگر ہم اللہ پر سچا ایمان لا کر اس کے رسولوں کی تصدیق کر کے اس کی شریعت کے پابند رہیں گے تو ابلیس اور اس کی اولاد شیاطین ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾ ﴾ الاسراء: ٦٥ [میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں۔ تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے]۔

نیز ارشاد ہے: ﴿ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ كَمَآ أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ ٱلْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْءَٰتِهِمَآ ۗ إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ إِنَّا جَعَلْنَا ٱلشَّيَٰطِينَ أَوْلِيَآءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٧﴾ ﴾ الاعراف: ٢٧ [اے اولاد آدم علیہ السلام! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے باہر کر دیا۔ ایسی حالت میں ان کا لباس بھی اتروا دیا تا کہ وہ ان کو ان کی شرمگاہیں دکھائے۔ وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔ ہم نے شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں

لاتے]۔

شیطان کے جال بڑے حسین اور دلفریب ہوتے ہیں جن سے بچنے کے لئے بڑی کاوش ومحنت اور ہر وقت اس سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

(۵) گناہ ہو جانے پر توبہ واستغفار، نہ کہ اصرار

ابلیس نے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا تو اس کے بعد وہ نہ صرف اس پر اڑ گیا بلکہ اس کے جواز واثبات میں عقلی وقیاسی دلائل دینے لگا نتیجۃً وہ راندۂ درگاہ اور ہمیشہ کے لئے ملعون قرار پایا۔ اس کے برخلاف آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی پر ندامت و پشیمانی کا اظہار اور بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کا اہتمام کیا تو اللہ کی رحمت ومغفرت کے مستحق قرار پائے۔یوں گویا دونوں راستوں کی نشاندہی ہو گئی۔ شیطانی راستے کی بھی اور اللہ والوں کے راستے کی بھی۔ گناہ کر کے اس پر اترانا اور اسی کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دلائل کے انبار فراہم کرنا شیطانی راستہ ہے۔اور گناہ کے بعد احساس ندامت سے مغلوب ہو کر بارگاہ الٰہی میں جھک جانا اور توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا

بندگان الٰہی کا راستہ ہے۔

(٦) تقدیر کو حجت بنانے کا انسانی اور شیطانی طریقہ

ابلیس نے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا تو یہ کہنے لگا کہ اے اللہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے کیونکہ تو نے میری تقدیر میں ایسا لکھ دیا تھا لہٰذا اب میں آدم کی اولاد کو گمراہ کروں گا جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ ﴾ الحجر: ٣٩ - ٤٠ [شیطان نے کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں]۔

یہ تھا تقدیر کو حجت بنانے کا شیطانی طریقہ، شیطان کو سجدہ کا انکار کرتے وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کی تقدیر میں کیا ہے، شیطان کے سامنے دونوں راستے کھلے ہوئے تھے، جیسا کہ سجدہ نہ کرنے کے بعد اس کے سامنے دو راستے کھلے ہوئے تھے؛ ایک توبہ کا راستہ اور دوسرا وہ راستہ جسے اس

نے اختیار کیا، کسی نے اس کو مجبور نہیں کیا تھا کہ وہ اولاد آدم کو گمراہ کرنا اپنی طویل زندگی کا مقصد بنالے۔

تقدیر کو حجت بنانے کا انسانی طریقہ وہ ہے جسے آدم علیہ السلام نے اختیار کیا، صحیح بخاری ومسلم میں نبی کریم ﷺ سے مروی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: «احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسى، فَقَالَ لَهُ مُوسى: يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُونَا، خَيَّبْتَنَا، وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ، قَالَ لَهُ آدَمُ: يَا مُوسى اصْطَفَاكَ اللهُ بِكَلَامِهِ، وَخَطَّ لَكَ بِيَدِهِ، أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَ اللهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً، فَحَجَّ آدَمُ مُوسى، ثَلاَثًا». «آدم اور موسیٰ علیہم السلام میں گفتگو ہوئی، موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے کہا: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں، آپ نے ہمیں نامراد کر دیا، آپ نے ہمیں جنت سے نکلوادیا۔ آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! اللہ نے آپ سے کلام کر کے آپ کو منتخب کیا، آپ کے لئے اپنے ہاتھ سے توریت لکھ کر دیا، کیا مجھے ایسی بات پر ملامت کر رہے ہیں جو میری تخلیق سے چالیس سال قبل ہی اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا، چنانچہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر حجت

میں غالب ہو گئے۔ یہ بات نبی ﷺ نے تین بار فرمائی››۔

آدم علیہ السلام سے جب جنت کا ممنوعہ پھل کھانے کی غلطی ہوئی تھی تو آپ نے اس وقت بارگاہ الٰہی میں توبہ کیا تھا، اس وقت تقدیر کو حجت نہیں بنایا تھا کیونکہ گناہ کے بعد توبہ کرنا اللہ کا حکم ہے، اللہ کے حکم کو ٹالنے کے لئے تقدیر کو حجت بنانا شیطانی طریقہ ہے، گناہ ہو جانے کے بعد توبہ کرنا اللہ کے حکم کی تعمیل ہے، البتہ توبہ کے بعد کسی کی ملامت سے بچنے کے لئے تقدیر کو حجت بنانا آدم علیہ السلام اور ان کی نیک اولاد کا انسانی طریقہ ہے۔

(۷) بشر کو حقیر سمجھنا ایک شیطانی فلسفہ

ابلیس نے سجدہ سے انکار کی وجہ آدم علیہ السلام کا خاکی اور بشر ہونا بتلایا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ قَالَ لَمْ أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُۥ مِن صَلْصَٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٣٣﴾ ﴾ الحجر: ۳۳ [ابلیس نے کہا: میں ایسا نہیں کہ اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے]۔

جس سے معلوم یہ ہوا کہ انسان اور بشر کو اس کی بشریت کی بنا پر

حقیر اور کمتر سمجھنا شیطان کا فلسفہ ہے جو اہل حق کا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اہل حق انبیاء علیہ السلام کی بشریت کے منکر نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان کی بشریت کو خود قرآن کریم نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں بشریت سے ان کی عظمت اور شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔